رمضان

دل کی شادابی!

حامد کمال الدین

رمضان کے لیے بے تابی!

جب تک کسی چیز کو پانے کے لیے شوق ظاہر نہ کرو، وہ تمہاری منزلِ مراد نہیں ہوتی۔ ایسی چیز تمہاری زندگی کا کوئی سرِ راہ واقعہ تو ضرور ہو سکتا ہے؛ لیکن "منزل" ہم اس کو نہیں کہیں گے۔

ایک چیز سے جب تک تمہارا "مطلوب و مقصود" واضح نہیں، تب تک وہ تمہارے لیے بے معنیٰ ہے، چاہے اپنی جگہ وہ کتنی ہی بیش قیمت اور نایاب ہو۔

رسول اللہ ﷺ کی زبان سے رمضان کا یوں تذکرہ ہونا... رمضان کے لیے تم میں بے قراری پیدا کرنے کے لیے ہی تو ہے:

إِذَا جَاءَ رَمَضَانُ فُتِّحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ، وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ النَّارِ، وَصُفِّدَتِ الشَّيَاطِينُ[1]

رمضان آئے تو جنت کا ایک ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ دوزخ کا ایک ایک دروازہ بند کر دیا جاتا ہے۔ اور شیاطین جکڑ دیے جاتے ہیں۔

اتنے بڑے بڑے واقعات! پھر بھی وہی مردنی! وہی بے دلی! پھر بھی وہی پاؤں گھسیٹتے ہوئے چلنا۔ قدرشناسوں کو تو یہ باتیں بتائی ہی اس لیے گئی تھیں کہ لپک کر بڑھو! خدا کو تمہارے اندر وہ تڑپ ہی تو دیکھنی ہے جو تم میں پوشیدہ کسی "طلب" کی خبر دے۔ نوافل

[1] صحیح مسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، رقم 1079۔

کے ڈھیر تو نہیں لگوانے! اصل میں تو وہ چیز دیکھنی ہے جو کسی بے بہا "دولت" کی خبر پا لینے والے کے اندر آپ سے آپ بولتی ہے۔ یہاں تو کُل نظر اُس "رغبت" اور "بے قراری" پر ہے جو ایک پیاسے کے انگ انگ میں "پانی" کا تصور کر لینے پر جھلکتی ہے! "آخرت کی پیاس" جو دنیا سے جی اچاٹ کر لینے والوں کے ہاں دیکھنے میں آتی ہے! "خدا کی جانب توجہ" جو ایک ایسے شخص میں آپ سے آپ پیدا ہوتی ہے جو جان چکا کہ "خدا" کیا ہستی ہے اور اُس لامحدود قوتوں اور قدرتوں کی مالک ہستی کا کسی پر "مہربان" ہونا اور کسی سے خوش ہو کر اُس پر اپنی "نوازشات" فرمانا کیا معنیٰ رکھتا ہے! وہ ہستی جو مانگنے والوں کی ادائیں دیکھتی ہے:

الَّذِي يَرَاكَ حِينَ تَقُومُ ۝ وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ (الشعراء:218، 219)

وہ تمہیں دیکھتا ہے جب تم قیام میں ہوتے ہو
اور تمہارا آنا جانا عبادت گزاروں میں

تبھی؛ جب اہل نفاق کا ذکر کیا تو یہ نہیں کہا کہ وہ نماز کے لیے نہیں آتے اور صدقہ و زکات نہیں دیتے، بلکہ کہا:

وَلَا يَأْتُونَ الصَّلَاةَ إِلَّا وَهُمْ كُسَالَىٰ وَلَا يُنفِقُونَ إِلَّا وَهُمْ كَارِهُونَ (التوبۃ:54)

نماز کو آتے ہیں تو سست کاہل ہو کر اور خرچ کرتے ہیں تو ناخوشی سے

پس سب سے پہلی بات ہوئی کہ: "ایمان اور احتساب" کے اِس خصوصی کورس کے لیے، جس کی جزاء "مغفرت" سے کم کچھ نہیں ہے، خوب رغبت اور چاؤ ظاہر کرو۔

یہ بھی واضح رہے... خرابِ صحت کے باعث اچھی چیزوں کے لیے آدمی کی بھوک کسی وقت مر بھی جاتی ہے۔ یہاں؛ "بحالیِ صحت" چاہو تو... علمائے قلوب کے مطابق: ایسے آدمی کے حق میں سنت یہ ٹھہرے گی کہ وہ ایک چیز کو اپنے اوپر طاری کرنے کی کوشش کرے؛ کسی دکھاوے کے لیے نہیں بلکہ اپنے آپ کو ایک حالت سے دوسری حالت میں لانے کے لیے۔ ایسے آدمی کی محنت اور مجاہدہ دیکھ کر کسی وقت مالک اُس پر مہربان ہو جاتا

ہے۔ اس کی سماجت دیکھ کر؛ اس کے دل بند کواڑ خیر کے لیے کھول دیے جاتے ہیں۔ آخر مریض صحتیاب ہو جاتا ہے اور نافع اشیاء کے لیے اُس کی اشتہاء بڑھنے لگتی ہے۔ اِس مبحث کے کئی ایک شواہد ہمیں "طبِ نبوی" کے اندر ملتے ہیں:

إنما العلم بالتَّعَلُّم، وإنما الحلم بالتَّحَلُّم، ومن يَتَحَرَّ الْخَيْرَ يُعطه، ومن يَتَّقِ الشَّرَّ يُوْقَه[2]

علم تو آتا ہے سیکھ سیکھ کر۔ اور بردباری آتی ہے بردبار بننے کی کوشش کر کر کے۔ جو شخص خیر کی تلاش میں لگ گیا اُس کو خیر عطا کر ہی دی جاتی ہے۔ جو شر سے بچ بچ کر رہے اس کو شر سے بچا ہی لیا جاتا ہے۔

وَمَنْ يَسْتَعِفَّ يُعِفَّهُ اللهُ، وَمَنْ يَسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللهُ، وَمَنْ يَتَصَبَّرْ يُصَبِّرْهُ اللهُ (متفق علیہ)

اور جو شخص عفت اختیار کرے اللہ اُس کو عفت بخش دیتا ہے۔ جو شخص دل کا دولتمند ہونے کی کوشش کرے اللہ اس کے دل کو دولتمند کر دیتا ہے۔ اور جو شخص صبر طاری کر لے اللہ اسے صبر دے دیتا ہے۔

*****

دوزخ سے چھٹکارا پانے کے لیے بے چین اور جنت کے متلاشی ایک شخص کی نظر سے دیکھو، یہ راتیں کیا کچھ لے کر آتی ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((إِذَا كَانَ أَوَّلُ لَيْلَةٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ صُفِّدَتِ الشَّيَاطِينُ وَمَرَدَةُ الْجِنِّ وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ النَّارِ فَلم يفتح مِنْهَا بَاب، وَفُتِحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ فَلَمْ يُغْلَقْ مِنْهَا بَابٌ، وَيُنَادِي مُنَادٍ: يَا بَاغِيَ الْخَيْرِ أَقْبِلْ وَيَا بَاغِيَ الشَّرِّ أقصر، وَلِلهِ عُتَقَاءُ مِنَ النَّارِ، وَذَلِكَ كُلَّ لَيْلَةٍ)). (رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ وَابْن مَاجَه)[3]

---

2 صحیح الجامع الصغیر للألبانی، عن أبی ھریرۃ، رقم 2328۔

3 صححہ الألبانی فی تخریجہ لمشکاۃ المصابیح رقم 1960۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہا: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

ماہِ رمضان کی پہلی ہی شب شیاطین اور بڑے بڑے بد معاش جنات جکڑ دیے جاتے ہیں۔ دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں، یہاں تک کہ کوئی ایک بھی دروازہ کھلا نہیں رہنے دیا جاتا۔ جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، یہاں تک کہ کوئی ایک بھی دروازہ بند نہیں رہنے دیا جاتا۔ اور ایک منادی کرنے والا منادی کرتا ہے: اے خیر کے متلاشی! لے آگے بڑھ! اے شر کے متلاشی! کچھ کم ہو جا!

جبکہ بخاری کی ایک حدیث ہے کہ: رمضان کے شروع ہوتے ہی آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں:

إِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ فُتِّحَتْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ (بخاری: رقم 1899)

اس حدیث کے تحت شارحینِ بخاری کہتے ہیں: اس کی غرض یہ کہ:

- آسمان سے رحمتوں کا بکثرت نزول،
- خدا کی جانب سے اپنے بندوں کو نیک اعمال کی بکثرت توفیق ملنا،
- بندوں کی جانب سے نیک اعمال کا بکثرت بلند ہونا
- فرشتوں کا عالم بالا سے زمین کے باشندوں کے ساتھ بکثرت اتصال۔ ان کے اعمال کی بہت زیادہ ستائش

یہ ہوا مطلب رمضان کے شروع ہوتے ہی آسمان کے سب دروازے کھول دیے جانے کا!

جبکہ مسلم کی ایک حدیث ہے کہ: رمضان آتا ہے تو رحمت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں:

إِذَا كَانَ رَمَضَانُ فُتِّحَتْ أَبْوَابُ الرَّحْمَةِ (مسلم: 1079)

تو کیا ہم نے غور کیا، یہاں کس کس طرح بندوں کے چاؤ پورے کرائے جاتے ہیں۔ کہیں جنت کے دروازے کھول دیے گئے۔ کہیں آسمانوں کے دروازے۔ کہیں رحمت کے دروازے۔ ذرا خود بتاؤ؛ بندوں کو ''آواز'' دینے اور ''باریاب'' کرنے کی اِس سے قوی کیا تعبیر ہو گی؟ مہربان پروردگار نے قربت کے طلبگاروں کو سارے ہی اشارے تو دے ڈالے!!!

اور ایک جگہ تو یوں بتایا جاتا ہے:

وَيُزَيِّنُ اللهُ عَزَّوَجَلَّ كُلَّ يَوْمٍ جَنَّتَهُ، ثُمَّ يَقُولُ: يُوشِكُ عِبَادِي الصَّالِحُونَ أَنْ يُلْقُوا عَنْهُمُ الْمَئُونَةَ وَالأَذَى وَيَصِيرُوا إِلَيْكِ[4]

رمضان میں ہر روز یوں ہوتا ہے کہ: اللہ تعالیٰ اپنی جنت کو سجاتا ہے، پھر فرماتا ہے: قریب ہے کہ میرے نیک بندے اپنی سب تھکاوٹ اور تنگی اتار کر تیرے ہاں آرہیں!

* * * * *

بھائی! اِس دنیائے فانی کو چھوڑنے سے پہلے خدا نے اگر کوئی مزید نماز نصیب کر دی ہے، خدا کو کچھ اور سجدے کر جانے کا موقع دے دیا ہے، زندگی کا ایک اور مضان اگر دیکھنا مل گیا ہے، تو اِس کے پیچھے خدا کا کیا کیا لطف وعنایت پوشیدہ ہو سکتی ہے اور اس کے نتیجے میں کیسی کیسی بلندیِ درجات ہاتھ آسکتی ہے، یہاں کیسے کیسے امکانات تمہارے سامنے لا دھرے گئے ہیں... ذرا اِس ایک حدیث سے اندازہ کر لو:

عن طلحة بن عُبيد الله: أن رجلين قدما على رسول الله ـ صلى الله عليه وسلم ـ وكان إسلامهما جميعاً، وكان أحدهما أشدَّ اجتهاداً من صاحبه، فغزا المجتهد منهما، فاستشهد، ثم مكث الآخر بعده سنة، ثم توفى، قال طلحة: فرأيت فيما يرى

---

4 مسند احمد رقم 7917، عن أبي هريرة۔ اکثر محدثین نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ مگر کچھ نے شواہد کی بنا پر اس کا اعتبار کیا ہے مانند امام سفارینی حنبلی اور شیخ ابن عثیمین۔

النائم کأنی عند باب الجنة، إذا أنا بهما وقد خرج خارج من الجنة، فأَذن للذی تُوفّی الآخرَ منهما، ثم خرج فأَذن للذی استشهد، ثم رجعِا إلیَّ، فقالا لی: ارجع، فإنَه لم یأْن لك بعد، فأصبح طلحةُ یحدّث به الناس، فعجبوا لذلك، فبلغ ذلك رسولَ الله ـ صلی الله علیه وسلم ـ فقال: من أیّ ذلك تعجبون؟ قالوا: یا رسول الله، هذا کان أشدَّ اجتهاداً ثم استُشهد فی سبیل الله ودخل هذا الجنةَ قبله؟ فقال: **ألیس قد مکث هذا بعده سنة؟ قالوا: بلی، وأدرك رمضانَ فصامه؟ قالوا: بلی، وصلی کذا وکذا سجدةً فی السنة؟** قالوا: بلی، قال رسول الله ـ صلی الله علیه وسلم ـ: **فَلَما بینهما أبعدُ ما بین السماء والأرض.** [5]

طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

دو آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (ہجرت کرکے) آئے۔ یہ دونوں اکھٹے اسلام لائے تھے۔ ان میں سے ایک اپنے ساتھی کی نسبت (عبادت میں) زیادہ محنت کرنے والا تھا۔ ان میں سے زیادہ محنت کرنے والا ایک بار جہاد پر نکلا اور شہید ہوگیا۔ دوسرا اس کے بعد ایک سال رہا، پھر وہ فوت ہوگیا۔ طلحہ کہتے ہیں: تب میں نے خواب دیکھا: گویا میں جنت کے دروازے کے پاس ان دونوں کو دیکھتا ہوں۔ جنت میں سے کوئی شخص نکل کر آتا ہے اور ان میں سے جو بعد میں فوت ہوا اس کو داخل ہونے کو کہتا ہے۔ پھر وہ دوبارہ باہر آتا ہے اور شہید ہونے والے کو داخل ہونے کو کہتا ہے۔ پھر وہ دونوں لوٹ کر میرے پاس آتے ہیں اور مجھے کہتے ہیں: تم واپس چلے جاؤ؛ تمہارا ابھی وقت نہیں ہوا۔ صبح ہوئی تو طلحہ وہ خواب لوگوں کو سنانے لگے اور لوگ اس پر متعجب ہونے لگے۔ تب وہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی، تو آپؐ نے فرمایا: اِس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ لوگوں نے عرض کی: وہ (عبادت میں) زیادہ محنتی تھا، پھر وہ اللہ کے راستے میں شہید ہوا، جبکہ جنت میں داخل یہ پہلے ہوا! تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[5] مسند احمد رقم 1403 ، صححه الألباني في "التعليقات الحسان على صحيح ابن حبان رقم 2971

فرمایا: کیا یہ اُس کے بعد پورا ایک سال زندہ نہیں رہا؟ لوگوں نے عرض کی: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اور اِس نے (پورا ایک) رمضان نہیں پایا اور اس کے روزے نہیں رکھے؟ لوگوں نے عرض کی: جی ایسا ہی ہے۔ فرمایا: پورا سال اس نے اتنی نماز اور اتنے سجدے نہیں کیے؟ عرض کی: جی ایسا تو ہے۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تو پھر ان دونوں کے مابین اتنا فرق ہے جتنا زمین اور آسمان میں بھی نہیں!

دوسری جانب... ذرا یہ حدیث بھی سن لو کہ ایسا موقع ضائع کردینے والے کے نصیب میں کیا آسکتا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ارْتَقَى الْمِنْبَرَ فَقَالَ: آمِينَ آمِينَ آمِينَ فَقِيلَ لَهُ: يَا رَسُولَ اللهِ مَا كُنْتَ تَصْنَعُ هَذَا؟ فَقَالَ: قَالَ لِي جِبْرَائِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: رَغِمَ أَنْفُ عَبْدٍ دَخَلَ عَلَيْهِ رَمَضَانُ فَلَمْ يُغْفَرْ لَهُ، فَقُلْتُ: آمِينَ، ثُمَّ قَالَ: رَغِمَ أَنْفُ عَبْدٍ ذُكِرْتَ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْكَ فَقُلْتُ: آمِينَ، ثُمَّ قَالَ: رَغِمَ أَنْفُ عَبْدٍ أَدْرَكَ وَالِدَيْهِ أَوْ أَحَدَهُمَا فَلَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ فَقُلْتُ: آمِينَ[6]

ابو ہریرہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے منبر پر چڑھتے ہوئے فرمایا: آمین۔ آمین۔ آمین۔ تب آپؐ سے عرض کی گئی: اے اللہ کے رسول! آپ کیا کر رہے تھے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جبریل نے مجھ سے کہا: نامراد ہو وہ شخص جس پر رمضان آیا اور اُس کی مغفرت نہ ہوئی۔ تو میں نے کہا: آمین۔ پھر اُس نے کہا: نامراد ہو وہ جس کے پاس آپ کا ذکر ہو اور وہ آپ پر درود نہ بھیجے۔ تو میں نے کہا: آمین۔ پھر اُس نے کہا: نامراد ہو وہ شخص جس نے والدین کو یا ان دونوں میں سے ایک کو پایا اور جنت نہ لی۔ تو میں نے کہا: آمین۔

* * * * *

[6] السنن الكبرى للبيهقي رقم 8504، المعجم الأوسط للطبراني 8994، صحح ابن خزيمة 1888، وصححه الألباني في صحيح الأدب المفرد ص 241

صاحبو! یہی ایک موقع ہے!

ایک دانا نے کسی بھلے مانس کو غفلت اور زیاں میں دھنسا ہوا پایا... تو اس سے کہا: برخوردار! کیا تم اپنی اِس حالت کو موت کے لیے درست پاتے ہو؟

اس نے جواب دیا:

نہیں، اِس حالت میں تو میں یہ جہان نہیں چھوڑوں گا۔

فرمایا: یعنی اِس جہان سے توبہ تائب ہو کر ہی جانا چاہتے ہو؟

کہا: جی ہاں، اس کے بغیر تو معاملہ خراب ہے۔

پوچھا: تو کیا اپنے نفس کو ابھی اِسی لمحے توبہ کے لیے آمادہ پاتے ہو؟

وہ شخص بولا: ابھی تو نہیں، البتہ کسی نہ کسی وقت توبہ کا ارادہ ہے!

بزرگ نے پوچھا: تو کیا تمہارے علم میں کوئی اور جہان بھی ہے جہاں تم خدا کو خوش کر جاؤ؛ اور اس کے بعد اُس کے ابدی جہان میں جا پہنچو؟

وہ شخص بولا: نہیں، جہان تو یہی ایک ہے۔

بزرگ نے پوچھا: تو کیا تمہارے دو نفس ہیں؛ کہ ایک نفس اگر مر کر یہاں سے چلا بھی گیا تو دوسرا نفس نیک عمل کرتا رہے گا؟

وہ شخص بولا: نہیں، نفس تو یہی ایک ہے۔

بزرگ نے پوچھا: تو کیا موت سے کوئی یقین دہانی حاصل کر رکھی ہے کہ وہ اچانک تمہارے ہاں پھیرا نہیں لگا لے گی؛ اور وہ ''ابدی جہان'' جس سے واپسی کا کوئی راستہ نہیں، تمہارے سامنے یکلخت آ کھڑا نہیں ہو گا؟

وہ شخص بولا: نہیں، یقین دہانی تو کوئی نہیں۔

تب وہ بزرگ بولے: برخوردار! پھر تو کوئی عقلمند تمہاری اِس حالت پر رہنے کا خطرہ مول نہ لے گا۔ (التبصرۃ لابن جوزی 86:2)

تو بھائی! دنیا بس یہی ہے جو تم نے دیکھ لی! ایسے ہی دن، ایسی ہی راتیں، ایسی ہی گرمیاں، ایسی ہی سردیاں، ایسی ہی بہاریں، ایسی ہی خزائیں، ایسے ہی رمضان، اور ایسا ہی ایک کے بعد ایک نیا سال! اِس کے سوا یہاں کیا ہے جس کی آس میں رہا جائے؟ ایسے ہی دنوں، ایسی ہی سردیوں اور گرمیوں اور ایسے ہی رمضانوں میں ایک ابدی جہان کی طلب کر سکتے ہو تو کرلو؛ یہاں اور کچھ نیا نہیں۔ کچھ نیا رہ گیا ہے تو وہ صرف ایک چیز: کوئی ایسی گرمی، کوئی ایسی سردی، کوئی ایسا سال، کوئی ایسا رمضان، کوئی ایسا دن، جب تم اِس دنیا میں نہیں پائے جاؤ گے!!! خدا کے ساتھ معاملہ درست کرنے کے یہ ایام جو تمہیں حاصل ہیں، یہ تو اب نئے نہ ہوں گے؛ کوئی اور دن، کوئی اور سال، کوئی اور رمضان تمہیں ملے گا تو وہ بھی ایسا ہی ہو گا جیسا کہ یہ! اب تو کوئی ایسا رمضان ہی باقی ہے جو تمہیں نہ ملے اور تم اُس کو نہ ملو! تو پھر وہ چیز تو بہت بھیانک ہے جس کا تمہیں ''انتظار'' ہے!

*****

جیسا کہ ہم پہلے ایک مضمون میں کہہ آئے، معمولات کو توڑنا زندگی کی ایک نئی جہت پانے کے لیے ضروری ہے۔ رمضان اِس چیز کے کئی ایک مواقع خود بخود لے کر آرہا ہے:

تائب ہونے کا مطلب: خدا کے ساتھ معاملات کی درستی

رمضان کے موقع پر ''خدا کی جانب لوٹ آنے'' کا احساس تقریباً ہر صاحب ایمان میں جنم لیتا ہے۔ ایک نئے سرے سے ''عبادت'' کی طرف آنا، ایک نئے سرے سے

"جنت کی طلب" کرنا، "دوزخ سے چھٹکارا پانے" کے لیے سرگرم ہو اٹھنا تقریباً ہر مسلمان پر گزرنے والا ایک واقعہ ہے۔ یعنی توبہ تائب ہونا۔ لیکن زیادہ لوگ توبہ کو ایک "کامل تبدیلی" کے معنیٰ میں نہیں لیتے۔ "توبہ" کا لفظ ذہن میں آئے تو زیادہ سے زیادہ یہاں چند گناہوں کا تصور آتا ہے۔ کسی کے لیے توبہ موسیقی سننا چھوڑ دینا ہے، کسی کے لیے فلموں سے وقتی یا دائمی ناطہ توڑ لینا، یا ایسی ہی چند باتیں! البتہ... "معصیت اور غفلت کی زندگی" سے یکسر دستبردار ہو کر کامل "عبادت اور انابت کی زندگی" اختیار کرنا بہت کم لوگوں کی توجہ لیتا ہے۔ انسان کی "ترجیحات" کا بدل جانا، زندگی کے "اہداف" کا عین وہ جہت پالینا جو شرائع کا مقصود ہے، "افکار" اور "خیالات" کے اندر ہی وہ عظیم الشان تبدیلیاں برپا ہونا جو "صبغۃ اللہ" کا براہِ راست تقاضا ہے، 'معاشرے کے پیدا کردہ انسان' کی بجائے "قرآن کا پیدا کردہ انسان" بن جانے پر محنت شروع ہو جانا... "توبہ" کے تحت درج ہونے والی اشیاء نہیں مانی جاتیں!

اِس کے علاوہ... زندگی میں وقت کس طرح ضائع ہوتا رہا اور ابھی تک ہو رہا ہے، حق کے مقاصد کو قیام اور تمکین دلانے کے لیے اِس جیوَن کا کیا مصرف رہا، اِس زبان کا کیا استعمال ہوا، اِن قویٰ، اِن مواقع، اِن امکانات اور اِن وسائل کا جو آدمی کو حاصل ہیں کیا استعمال ہوا، ڈھیروں وقت کس طرح فضولیات میں گزرا حالانکہ یہ وقت اور صحت اور فراغت باقاعدہ کسی مقصد کے لیے آدمی کو عطا ہوئی تھی، کس طرح یہ زندگی بیٹھکوں، چوپالوں، 'فورمز' اور 'موبائلوں' پر انگلیاں چلاتے بیت گئی اور "مقاصدِ حق" اِس شخص کا منہ دیکھتے رہ گئے، حتیٰ کہ اس کی 'مذہبی' سرگرمیاں کس طرح قیل و قال، کثرتِ سؤال اور اِضاعتِ وقت و مال کا ذریعہ بنی رہیں... "توبہ" کے مضمون میں اِن اشیاء کا کوئی گزر نہیں!

امام ابن تیمیہؒ کہتے ہیں: سلف کے نزدیک لفظ ذنب (گناہ) کا اطلاق "ممنوعات کے ارتکاب" کی بجائے "واجبات کے ترک" پر زیادہ رہا ہے۔ حضرات! "ذنوب" کی یہ

جہت، جو کہ ابن تیمیہؒ کے نزدیک اہم تر ہے، ہم پر واضح رہنا از حد ضروری ہے۔ اِدھر ہمارا یہ حال کہ ہم "گناہ" کہتے ہی صرف اُس چیز کو ہیں جو کسی "ممنوعہ کام" کے ارتکاب ہو جانے سے واقع ہو! خدا کی جانب سے عائد "فرائض اور ذمہ داریوں" کا ترک ہمارے ہاں "گناہ" کے تحت تقریباً درج نہیں ہوتا! ہم میں سے اکثر کے ہاں تو "فرائض" کا وہ پورا نقشہ ہی غائب ہے اور وہ اِس معاملہ کو "گناہ" کے تحت لاتے ہی نہیں!!! ان کے خیال میں جب وہ شراب نہیں پیتے، زنا نہیں کرتے، گندی فلمیں نہیں دیکھتے، گانے نہیں سنتے، غرض اس طرح کے حرام کاموں میں ملوث نہیں، تو پھر ان کی زندگی میں گناہ کہاں ہیں؟! ان میں سے ایک تعداد تو ایسی ہے جو "گناہوں سے استغفار" بھی 'وظائف' میں سے محض ایک 'وظیفہ' سمجھ کر کرتی ہے؛ کیونکہ شریعت میں جگہ جگہ اِس کے 'فضائل' وارد ہوتے ہیں!!! البتہ "گناہ" کے حوالے سے ان کی نگاہ اس طرف کو نہیں جاتی کہ کیسے کیسے فرائض اور ذمہ داریاں جو حق تعالیٰ کی طرف سے ان پر عائد ہیں ان کی زندگی میں معطل پڑے ہیں؛ اور جو کہ سلف کی اصطلاح میں "ذنوب" قرار پانے کے زیادہ لائق ہے۔ اندازہ کرلیں، سلف جو فرائضِ حق کو ادا کرنے میں ہر دم مشغول رہتے، پھر بھی وہ اِس سلسلہ میں اپنے قصوروں (ذنوب) پر ہر گھڑی استغفار کرتے کہ نجانے کہاں کہاں وہ اپنے فرائض پر پورے نہ اتر پائے ہوں۔ اِدھر "فرائض" کا وہ پورا تصور ہی روپوش؛ اِن اشیاء کا "ذنوب" کے تحت کہیں ذکر ہی نہیں! بلکہ تصور تک نہیں!!! "گناہ" ہوگا ان کے خیال میں کوئی گانا سن کر، فلم دیکھ کر، عورتوں پر نظر ڈال کر یا اِس طرح کے کسی 'غلط کام' کے نتیجے میں... نہ کہ ترکِ واجب کے نتیجے میں!!!

ابھی 'فرائض' کے اُس تعصب انگیز تصور کا تو ذکر ہی جانے دیجئے، جس کی رُو سے 'اتباعِ حق' کے نام پر مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنا، لڑائیاں کروانا، عداوتیں کھڑی کرنا، صدیوں تک نہ تھمنے والی دشمنیاں جاری کروانا، فروعاتِ دین کے ایک ایک مسئلے پر

جنگوں کا بازار گرم کرنا، (’تراویح کی تعداد‘ ایسے ایک مسئلہ پر آپ نے دیکھا ہوگا یہاں پستول نکل آتے ہیں اور طرفین کے مابین خون ہو جاتے ہیں) اِس جماعت کو اُس کے خلاف اور اُس کو اِس کے خلاف بھڑکانا اور کدورتوں کو پختہ کروانا یہ سب یہاں کے ’مذہبی‘ انسان پر عائد کر رکھی گئی ’شرعی ذمہ داریاں‘ ہیں!!!... چنانچہ گناہ اور فساد کی یہ فرقہ وارانہ صورت جو مسلم وجود کو لخت لخت کرواتی اور نبی ﷺ کی امت کو باہم دست و گریباں کرواتی ہے، ایسے اعمال اور سرگرمیاں تو ”گناہ“ کیوں ہوں گی؛ یہ تو (اِس فرقہ وارنہ پیراڈائم میں) ”فرائضِ شرعی“ اور ”خدمتِ دین“ کا درجہ رکھیں گی! ”گناہ“ ہوگا: اِس ’فریضہ‘ میں کوتاہی کرنا! ”گمراہی“ ہوگی: اِس نام نہاد ’طریقِ حق‘ سے منہ موڑنا!!! پس جو چیز ’فرض‘ ہے اُس سے تائب ہونے کا کیا سوال؟! ”توبہ“ تو کروائی جائے گی اِس ’فریضہ‘ میں کوتاہی کرنے سے!!!

یعنی... مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی!

معاذاللہ، آدمی جتنا ’مذہبی‘ اُتنا ہی کینہ پرور اور فسادی!

غرض ”توبہ“ کا تصور درست ہونے کے لیے بھی دراصل ”اسلام“ کا تصور درست ہونا ضروری ہے۔ ”عبادت“ کا مفہوم درست ہونا، ”لاالٰہ الا اللہ“ کا معنیٰ واضح ہونا، ”زندگی کا مقصد“ انسان پر آشکار ہونا، ”رسولوں کی بعثت اور کتابوں کے نزول“ کی غایت واضح ہونا... یہ سب ”خدا کی جانب لوٹ آنے“ اور ”خدا کی پسندیدہ راہ پر چڑھ آنے“ کا مفہوم واضح کرنے کے لیے ضروری ہے! انسان کا ”تائب ہونا“ یا ”انابت“ اختیار کرنا یا ”استغفار“ کرنا توحید کو جاننے اور مقاصدِ حق کو پہچاننے کے ساتھ براہ راست متعلق ہے۔ چونکہ اصل جھول ایک بڑی تعداد کے ہاں ”دین کے تصور“ ہی کے اندر موجود ہے، لہٰذا ”دین کی طرف آنا“ اور ”خدا کی طرف لوٹنا“ آج ایک نہایت سطحی و سرسری مفہوم اختیار کر گیا ہے (اور کسی کسی وقت تو ایک منحرف مفہوم بھی)۔

”دین کی طرف آنے“ اور ”خدا کی طرف لوٹ آنے“ کا مضمون یہاں کسی کے ہاں درست بھی ہو تو اس میں کچھ چھوٹی چھوٹی چیزیں ہی ملیں گی البتہ دین کی بڑی بڑی باتیں (امہات الامور) الا ماشاء اللہ اس میں روپوش نظر آئیں گی۔

”ذنوب“ کا تصور۔ اکثر و بیشتر۔ ’ممنوعہ کاموں‘ تک ہی محدود رہے گا۔

پھر اگر آپ دین کے ’منع کردہ‘ کاموں کو بھی لے لیں، تو بھی... بداعتقادی، بدعات، گمراہ نظریات، باطل تصورات (جو ہمارے اِس ماحول میں تعلیم و ابلاغ کے ذریعے ’سانسوں‘ کی طرح انسان کے اندر اترتے اور اس کو قرآنی تصورات سے دور کرتے ہیں)، دین کی بابت شکوک و شبہات، ضعفِ یقین، اہل باطل کی جانب میلان ایسی مہلک اشیاء اُن ”گناہوں“ میں بہت کم گنی جائیں گی جن سے پاک صاف ہونا ”تائب ہونے“ اور ”خدا کی جانب لوٹ آنے“ کا حصہ شمار ہوتا ہو!

رمضان.. اور شعائرِ خداوندی کی تعظیم

رمضان میں خودبخود ”شعائرِ خداوندی“ کی تعظیم کا ایک رجحان جنم لیتا ہے۔ کوشش کرنی چاہیے کہ وہ چند اشیاء میں محدود رہنے کی بجائے ”شعائرِ خداوندی“ کے ایک وسیع تر مفہوم میں ڈھل جائے۔

رمضان خود اسلام کے شعائر میں سے ایک ہے۔ رمضان کا روزہ چھوٹ جانا ایک عام سے عام مسلمان کے دل پر ایک خوف اور ہیبت طاری کرتا ہے۔ وہ کسی کو رمضان میں کھاتا پیتا دیکھے تو اس کے اندر ایک غیرت اور حمیت جاگ اٹھتی ہے اور وہ اس کو شرم دلانے کے لیے بے چین ہوتا ہے۔ کم از کم بھی اُس کو معیوب اور نظر سے گرا ہوا جانے گا۔ یہ ہے شعائرِ خداوندی کی تعظیم۔ جسے سورۃ الحج میں ”قلوب کے تقویٰ“ سے

جوڑا گیا ہے (ذٰلِكَ وَمَن يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّـهِ فَإِنَّهَا مِن تَقْوَى الْقُلُوبِ)[7]۔ یعنی وہ نمایاں اشیاء جو خدا کے نام سے جڑی ہوئی اور خدا کی شان اور مقام کی یاد دلاتی ہیں۔ جیسے خانہ کعبہ۔ صفا و مروہ۔ قربانی۔ مناسکِ حج۔ اذانوں اور تکبیروں کا بلند ہونا۔ مساجد۔ جلی فرائض اور ان سے متعلقہ مظاہر۔ ناموسِ دین۔ ناموسِ رسالت۔ ناموسِ انبیاء۔ مصحفِ قرآنی۔ خدا کے حرام ٹھہرائے ہوئے جلی امور۔ ابن جریر طبری کی اختیار کردہ وسیع تر تفسیر (آیت 2، سورۃ المائدۃ) کی رُو سے یہ سب "شعائر" میں آتے ہیں۔[8] مختصراً آپ کہیں: خدا کی شان اور تعظیم کا پتہ دینے والی اشیاء کو قلبی، وجدانی اور سماجی سطح پر ایک ہیبت اور ایک حرمت حاصل ہونا۔ یہ ہے تعظیمِ شعائر اللہ۔ یہ "عبادت" کی جان ہے اور تدیُّن (دینداری) کی اصل روح۔ "مسلمانی" اصل میں یہ ہے۔

پس ایک ایسے وقت میں جب "شریعت" معاذاللہ کوئی چیز نہیں رہ گئی ہے، جب "خدا" کو اور اس کے "رسولوں" کو معاذاللہ معاشروں سے باہر کر دینے کی کچھ منظم ترین کوششیں ہونے لگی ہیں اور اِس ابلیسی ایجنڈا کو ہر سطح پر آگے بڑھانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا گیا ہے... یہ ایک نہایت غنیمت کی بات ہے کہ "رمضان کی حرمت" دلوں پر پھر بھی ایک دھاک رکھتی ہے۔ "نماز" کا چھوٹنا شاید کوئی ہلا دینے والی چیز نہیں رہ گئی (جو کہ افسوسناک ہے اور لمحۂ فکریہ بھی)، بلکہ اکثر لوگوں کے لیے شاید کوئی واقعہ بھی نہیں۔ تاہم کسی کو روزہ چھوڑے ہوئے دیکھنا ابھی تک معاشرے میں اچھا خاصا ردعمل پیدا کرتا ہے، گو یہ بھی تیزی سے نیچے جا رہا ہے اور معاشروں کے حالیہ تشکیلی عمل میں یہ بھی بڑی رفتار کے ساتھ تہہ آب لایا جا رہا ہے لیکن اس کے

---

7 (الحج: 32) "یہ ہے بات، اور جو شخص اللہ کے نشانات کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے"۔

8 دیکھئے محاضرہ شیخ سفر الحوالی: كيف نعظم شعائر الله http://goo.gl/22mssh

بہت سے نشانات ابھی باقی ہیں۔ ''حرمتِ رمضان'' کے اِن جذبات اور اِن مظاہر کو ''شعائر اللہ'' کی ایک وسیع تر تعظیم کی جانب لے چلنا، نفس اور معاشرے کے اندر ''خدا اور رسول'' کے لیے شرم پیدا کرانا؛ کہ جہاں ان ہستیوں کے آگے آدمی کی نگاہیں جھک جائیں، ان کی بولی ہوئی بات پہاڑ سے بھاری جانی جائے، ان کا بولا ہوا ایک ایک لفظ ''دستور'' اور ''پتھر پر لکیر'' مانا جائے، اور ان کے بولے ہوئے کے آگے کسی کی کوئی حیثیت نہ رہنے دی جائے... غرض ''خدا اور رسول'' کی ایک دھاک دلوں پر بٹھانا؛ یہ بھی ''تقوی القلوب'' سے ہے۔ وہ تقویٰ جو آیتِ صیام کے آخر میں ذکر ہوتا ہے: لعلکم تتقون۔

''تقویٰ'' کی یہ جہت... آج جب اِن معاشروں کی ایک تشکیلِ نو ہو رہی ہے، اور اس سے پہلے عقول کی تشکیلِ نو ہو رہی ہے اور قلوب کو ایک نئی ساخت دی جا رہی ہے... ''تقویٰ'' کی یہ جہت آج پہلے کسی بھی دور سے زیادہ اہم ہو گئی ہے۔

بندگی کا جوہر

عبادات میں سے جس بھی عبادت کا رخ کرو، اس سے عبادت کا جوہر پائے بغیر مت لوٹو۔ خوب جان لو! عبادات کی حقیقت ایک ہے بے شک اشکال مختلف ہوں۔

1. ''عبادت'' دراصل بندے کا خدا کی جانب رخ کرنا ہے، خواہ یہ ''نماز'' کی صورت میں ہو یا ''روزہ'' کی صورت میں یا ''اعتکاف'' یا ''حج'' اور ''صدقہ'' کی شکل میں یا ''ذکر'' اور ''دعاء'' کی صورت میں۔ پس یہ ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ **چند لمحات کی کسی ''عبادت'' میں خدا کی جانب رخ کرنے والا شخص زندگی کی وسیع تر ''عبادت'' میں خدا کی جانب پشت کیے ہوئے نہیں ہوتا۔** خوب یاد

رکھو، انسان خدا کی عبادت کر کر کے اس کا ''خالص عبد'' بن جاتا ہے۔ پس یہ سب عبادتیں تمہیں اُس کا ''عبد'' بنانے کے لیے ہیں۔ یہ تمہارے دل پر اُس کی جبروت اور کبریائی کی دھاک بٹھانے کے لیے ہیں۔ ہر عبادت میں دل کی توجہ ہونا مسلسل تمہارے اندر ''عبادت'' کا یہ مادہ پیدا کرتا چلا جاتا ہے۔ یہی، عبادت سے تمہاری اصل کمائی ہے۔ ''خدا کا مطلوبہ انسان'' اِس عمل سے باقاعدہ ایک جنم پاتا ہے۔

2. عبادت خدا کے آگے فقر کا اظہار ہے اور خدا کے غِنا کا بیان۔ بندے کی جانب سے اُس کے التفات پانے کا سوال اور اس کا فضل مانگنے کی درخواست۔

3. عبادت خوبی اور کمال پانے کی ایک جستجو ہے۔ ''عبادت'' کرنے والے کی زندگی بھی اِس کمال اور حسن سے بیگانہ نہیں رہ سکتی۔ تبھی حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیشہ لطف و جود سے متصف رہتے مگر رمضان میں تو آپ کا لطف و کرم عروج پر چلا جاتا، یہاں تک وہ خوشگوار ہوا کے تیز جھونکوں کی طرح محسوس ہوتا!

4. عبادت خدا کی خوبی کا بیان ہے۔ یعنی تسبیح اور حمد۔ خدا کی اعلیٰ سے اعلیٰ صفات کا اقرار ہے۔ خدا کو ہر چیز سے بڑھ کر محبوب اور ہر مطلوب پر مقدم و بالاتر ماننے کا اظہار ہے۔ اِس کے اِعادہ سے انسان کا ظاہر و باطن ڈھل جاتا ہے اور انسان کا نفس اور اس کا خارج تزکیہ پاتا چلا جاتا ہے۔

5. عبادت ''اسباب'' سے بالاتر ہستی سے جڑنے اور لو لگانے کا نام ہے۔ پس ''اسباب'' سے دستبردار ہو کر ایک مطلق قوت کی ہستی کو اپنی پشت پر لانا اور اپنے معاملات کو اس کی سپرداری میں دینا، پھر اُس ہستی کو اپنے لیے نہایت کافی جاننا اور سب کچھ اُس کی حکمت و دانائی، اس کی رحمت اور اُس کے فیصلوں پر

چھوڑ دینا؛ اور اپنی سب حول اور قوت سے دستبردار ہو جانا؛ اپنے آپ کو محض اُس کے رحم و کرم سے معلق جاننا اور اپنا سب معاملہ اُس کے ہاتھ میں ماننا... یہ مضمونِ عبادت کا ایک نہایت اہم حصہ ہے۔ یہ عبادت کی حقیقت بھی ہے اور عبادت کا نچوڑ اور نفس پر اس کی تاثیر بھی۔

6. عبادت خدا کے ہاں اُنس پانا ہے۔ اُس کے غیر کی عبادت سے وحشت کھانا اور خاص اُس کی عبادت اور قربت میں ہی ایک قرار اور سکون پانا، اُس کو خوش کرنے اور اُس کی پناہ ڈھونڈنے میں ہی زندگی کی راحت پانا، اُس کا سہارا چھوٹ جانے میں اپنے آپ کو ہلاک اور برباد جاننا، اُس کی نافرمانی کو اپنے حق میں نحوست اور بربادی جاننا، اُس کے حق میں خطا کر بیٹھنے کو اپنے حق میں پہاڑ سے بھاری، اور اس کے ہاں قبول ہو جانے اور اس سے بخشش و مغفرت پالینے کو ہر چیز سے بڑھ کر جاننا، اُس کے ناراض ہو جانے کے تصور سے کانپنا اور اس کے راضی ہو جانے کو ہر دولت سے بڑھ کر جاننا... "تعبد" کے اہم ترین مضامین میں سے ایک ہے۔ اس کے بغیر نہ وہ تمہارا "معبود" ہوتا ہے اور نہ تم اس کی "عبادت" کرنے والے!

7. اِس محدود اور فانی جہان سے بلند ہو کر ایک ابدی و دائمی جہان میں خدا کی جستجو کرنا، خدا کی عطا کو اُس لافانی جہان میں تلاش کرنا جس کی وسعتیں کہیں ختم ہونے میں نہیں آتیں... یہ نہ صرف "خدا" کے درست تعارف کا حصہ ہے بلکہ یہ اُس کی "عبادت" اور "پرستش" کا بھی ایک اہم مضمون ہے۔